AL-HAYAT RESEARCH JOURNAL
Category Y
AL-HAYAT Research Journal
Jlali Research Institute of Social Science, Lahore
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759
Volume 2 Issue 3 (April-June 2025)

فکرِ انسانی کی تشکیل میں مذہبی اور سائنسی تجربہ کا کردار (علامہ اقبال کے افکار کا تحقیقی جائزہ)

The Role of Religious and Scientific Experience in the Formation of Human Thought (A Research Study of Allama Iqbal's Thoughts)

Syed Sajjad Haidar
Phd Scholar, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, sajjadhamdani1@gmail.com

Dr. Muhammad Sohaib Jamil
Lecturer, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, sohaib.jameel@iub.edu.pk

Abstract

The concept of religious experience is relatively modern and refers to modes of knowing that transcend reason and empirical awareness, serving religious and mystical purposes. While its primary connotation is divine revelation, the term is also employed to describe inspiration, intuition, and extraordinary psychological states. Despite objections to its use, the writings of William James and Allama Iqbal have established its prominence in modern discourse. Within Islamic teachings, however, revelation and reason are regarded as distinct sources of knowledge. This study upholds that distinction in analyzing the nature of religious experience. Unlike scientific inquiry, which depends on rationality, sensory perception, and empirical methods, religious experience—understood here as revelation—functions as an independent mode of knowledge, unmediated by argumentation or the senses. This research explores how both religious and scientific experiences have shaped human thought and highlights Allama Iqbal's efforts to integrate these two domains, with particular attention to the distinctive role of religious experience in his philosophical outlook.

Keywords: Religious experience, Divine revelation, Reason, Scientific method, Human thought, Allama Iqbal

تمہید

مذہبی تجربہ ایک جدید اصطلاح ہے جو کہ ماورائے عقل و شعور سے دیگر ذرائع علم و عرفان کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔بنیادی طور پر اس کا مدلول وحی ہے جبکہ یہ الہام و وجدان اور غیر معمولی نفسیاتی تجربات کے لیے بھی مستعمل ہے۔اس اصطلاح پر اعتراض بھی کیے گئے ہیں۔تاہم ولیم جیمز اور علامہ اقبال کی تحقیقات میں اسے بہت زیادہ استعمال کرنے کی وجہ سے یہ بہت مقبول اور معروف ہو گئی۔ واضح رہے کہ تعلیماتِ اسلامیہ میں وحی اور الہام کے درمیان خطِ فاصل قائم ہے۔مذہبی تجربہ کی تفہیم و تشریح کے وقت مندرجہ بالا فرق کو روا رکھنا ناگزیر ہے۔اس تحقیق میں میں اس فرق کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔مذہبی تجربہ یا وحی کی عام فہم اصطلاح کے مطابق یہ وہ ذریعۂ علم ہے جس میں تفکر و استدلال اور حواس خمسہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔جبکہ سائنسی طریق عقل و حواس کا محتاج ہے یعنی اس طریق کی بنیاد ہی تعقل و تفکر اور حواس پر مبنی ہے۔مذکورہ بالا موضوعِ تحقیق میں یہی بات واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ کس طرح مذہبی تجربہ اور سائنسی تجربہ نے فکرِ انسانی کی تشکیل میں کردار ادا کیا۔مزید یہ کہ علامہ اقبال کے افکار میں مذہبی اور سائنسی فکر کے امتزاج اور مذہبی فکر کے نمایاں پہلوؤں کی جو نشاندہی کی گئی ہے،ان کو یہاں پر اجاگر کیا گیا ہے۔

تعارف

انسان کو جب سے شعور کی صلاحیت عطا ہوئی اس نے حصول علم کے لیے مختلف ذرائع کا سہارا لیا ہے ان ذرائع میں اہم ترین ذریعہ ایک عقل اور دوسرا وجدان یا وحی ہے۔عہدِ قدیم سے عہدِ حاضر تک فلسفیوں کے نزدیک سب سے اہم ترین ذریعہ علم عقل ہے جب کہ انبیاء اور مذہبی لوگوں کے نزدیک زیادہ معتبر اور بنیادی ذریعہ ٔ علم وحی ہے۔ عقل کے پرستاروں اور مذہبی پیروکاروں کے مابین ان دونوں ذرائع علم کی معتبریت،حتمیت اور صداقت کے حوالے سے ابحاث و افکار فکر و شعورِ انسانی کا اہم ترین باب ہے۔جب کبھی انسان نے عقل پر اندھا دھند اعتماد کر کے اپنی ہلاکت کا سامان کر لیا تو اس وقت مذہب نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے راہِ راست پر لگایا،اس طرح انسان نے جب مذہب کی غلط تفہیم کر کے اپنے لیے آگے بڑھنے کے راستے بند کر لیے تو اس وقت حصول منزل کے لیے عقل چراغ راہ بن کر انسان کی رہنما و معاون بنی۔سابقہ چیلنجز کی طرح عہدِ حاضر میں بھی انسان سائنس پر حد سے زیادہ اعتماد کر کے یہ نتیجہ اخذ کرنے لگ گیا کہ اب اسے عقل کے سوا کسی اور رہنما کی حاجت نہیں ہے،یعنی عقل ہی سب کچھ ہے جس نے سائنسی طریقہ وضع کر کے مذہب کو نہ صرف غیر متعلق کر دیا ہے بلکہ اس کے مقدمات اور اعلیٰ صداقتوں کو ہی غیر حقیقی ثابت کر دیا ہے۔یہی وہ بڑی غلط فہمی ہے جس نے جدید ذہن کو مذہب سے نہ صرف باغی کر دیا ہے بلکہ اس کے لیے سائنس ایک مکمل مذہب بن چکا ہے۔علامہ اقبال جو کہ عہدِ جدید کے سب سے بڑے متکلم ہیں انہوں نے اپنے شہرہ

CC BY

آفاق خطبات ”The Reconstruction of Religious Thought in Islam“ میں اس حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ مذہبی تجربہ (وحی یا الہام) اتنا ہی قابل اعتماد اور اہم ہے جتنا کہ کوئی سائنسی تجربہ یا مشاہدہ لائق اعتبار ہے۔ عمومی طور پر مذہبی تجربہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسے ثابت کرنے کے لیے یا اس کی صداقت جانچنے کے لیے کوئی معیار نہیں ہے علامہ اقبال نے نفسِ مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اسی طرح سائنسی طریق کی نارسائی اور عقل کی محدودیت پر بھی علامہ اقبال کے نظریات نہایت معنی خیز اور محل نظر ہیں۔ اسلامی تاریخ ایسی عبقری شخصیات سے بھری پڑی ہے جنھوں نے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے دانش دوراں کے مضر پہلوؤں کی نہ صرف بیخ کنی بلکہ اسلام کو کسی بھی عہد اور فکر کے مقابلے میں ایک بہترین اور کامل، نظامِ فکر وحیات کے طور پر پیش کیا۔ اس طرح انہوں نے فکرِ اسلامی پر صدیوں سے پڑی غیر اسلامی افکار کی گرد کو صاف کر کے اس کا اجلا اور حقیقی چہرہ زمانہ کے سامنے پیش کیا۔ فقہاء و متکلمین کے اس کارنامہ نے اسلام کو صرف ایمانی یا الوہی بنیادوں پر ہی نہیں بلکہ عقلی اور استدلالی بنیادوں پر بھی لوگوں کے لیے زیادہ قابل عمل نظام فکر وحیات کے طور پر ثابت کیا۔ ایک عہد تھا جب یونانی فکر نے مسلمان مفکرین کو اس حد تک مرعوب کر دیا کہ وہ اسلامی فکر سے یا تو مکمل طور پر ہٹ گئے یا پھر اس کی ایسی تعبیر کی جس سے اسلامی اور قرآنی فکر مسلم اذہان کے سامنے دھندلا گئی۔ ایسے حالات میں امام غزالی جیسی قد آور شخصیات نے وہ تاریخی کردار ادا کیا جس کی بازگشت آج تک عالمگیر فکر انسانی میں بخوبی سنی جاسکتی ہے۔ یہی وہ دور تھا جب یونانی فکر و فلسفہ کے ساتھ الہام و وحی کی ماہیت اور حقیقت زیر بحث آئی۔ ان مسلم مفکرین نے اسی رائج فکر و فلسفہ کو بروئے کار لاتے ہوئے نہ صرف وحی کی حتمیت اور قطعیت ثابت کی بلکہ یونانی فکر و فلسفہ پر تعمیر کردہ فکر کی فلک شگاف عمارت زمین بوس کر دی۔ عہد جدیدیت اور مابعد جدیدیت میں بھی مسلمانوں کو کچھ اس طرح کی صورتحال کا سامنا ہے فقط اصطلاحات کا فرق ہے۔ اُس وقت عقل و وحی کے مابین تضاد و اشتراک جیسی ابحاث زیر بحث تھیں۔ اب سائنس اور مذہب یا سائنسی تجربہ اور مذہبی تجربہ کے افتراق و اشتراک جیسی ابحاث زیر بحث ہیں۔ اس وقت بھی یونانی منطق و فلسفہ کا شکار ہو کر لوگ گمراہی والحاد کی طرف چلے گئے، آج بھی لوگ سائنسی تجربات و ایجادات سے مرعوب ہو کر لوگ دین سے برگشتہ ہو رہے ہیں۔ جدید نفسیات نے جب سے ماورائے حواس شعور کی دیگر تہیں اور پہلو دریافت کیے ہیں، مذہبی قضیات کی صداقت کے کئی معیارات سامنے آچکے ہیں۔

عشرت حسین، علامہ اقبال کے مذہبی تجربہ کے بارے میں خیالات کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

اب اقبال کا کہنا یہ ہے کہ تجربے کی عام سطح سے بلند تر بھی ایک سطح ہے جو وجدانی تجربے کی سطح ہے۔ وجدانی تجربہ ایک نادر تجربہ ہے جو اپنی مثال آپ ہے اور بنیادی طور پر دوسرے تجربوں سے مختلف ہے جو نہ ادراک ہے نہ فکر۔ وجدان میں ہم فکر و ادراک کی حدود سے باہر چلے جاتے ہیں۔ وجدان، حقیقت کا حضوری یعنی بلاواسطہ تجربہ ہے۔ اس تجربے میں حقیقت فی نفسہ ہم پر منکشف ہوتی ہے۔ حضوری یا بلاواسطہ تجربے کی حیثیت سے یہ ادراک سے مشابہ ہے۔ وجدان، قلب کی مخصوص صفت یا خاصیت ہے، یہ ذہن یا عقل کا خاصہ نہیں ہے۔ ذہن یا فکر صرف عالمِ مظاہر یعنی عالم مجاز کو یا بالفاظ دیگر حقیقت کے اس پہلو کو جو حسی ادراک میں منکشف ہوتا ہے اپنی گرفت میں لے سکتا ہے۔ اس کے برعکس قلب ہمیں حقیقت کے ایسے پہلو سے روشناس کراتا ہے جہاں حسی ادراک کی رسائی نہیں۔[1]

امام غزالی نے اپنے رسالہ "علم لدنی" میں کسبی علم کی وضاحت کے بعد وحی (ووجدان) کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اس طرح تحریر کیا ہے:

جب نفس کی ذات کامل ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حسن عنایت سے اس نفس کی طرف پورے طور پر متوجہ ہوتا ہے الٰہی نظر سے اس کی طرف دیکھتا ہے، اس کو لوح بناتا ہے اور نفس کلی کو قلم اور اس نفس میں جمیع علوم لکھ دیتا ہے۔ عقل کل معلم اور نفس قدسی متعلّم بن جاتا ہے اور اس نفس کو جمیع علوم حاصل ہو جاتے ہیں۔ عقلاء کے نزدیک یہ بات قرار پائی کہ وہ غیبی علوم جو وحی کے ذریعے پیدا ہو وہ کسبی علوم کی نسبت زیادہ قوی و مکمل ہوتا ہے اور وحی کا علم انبیا کی وراثت ہے اور رسولوں کا حق ہے۔ علم لدنی وہ علم ہے جس کے حصول کے وقت نفس اور باری تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ وسیلہ نہ ہو۔ بلکہ وہ ایک روشنی ہو۔ جو غیبی چراغ سے ایک صاف سادہ اور لطیف دل پر براہ راست پڑ رہی ہو۔[2]

مذہبی یا سائنسی تجربہ کے مہبط یا محل ادراک بالترتیب قلب اور عقل ہیں۔ یعنی مذہبی تجربات میں وسیلہ ءِ علم "قلب" ہے جبکہ سائنسی تجربات میں وسیلہ ءِ علم "عقل" کو گردانا جاتا ہے۔ بعض مفکرین ،ادباء اور شعراء ان دو کو متضاد اعضاء کے طور پر دیکھتے ہیں اور بعض انہیں باہم مربوط مان کر ایک دوسرے کا معاون سمجھتے ہیں۔ جو علم ماورائے عقل واستدلال کے حاصل ہو اس کا ماخذ قلب ووجدان تسلیم کیا جاتا ہے۔ قلب و عقل کی ماہیت اور ان کے وظائف کے حوالے سے مسلم علماء و صوفیاء نے کافی کچھ بیان کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے قلب و عقل کی حقیقت واضح کرتے ہوئے اس طرح فرمایا ہے:

نَفسْ مُناسِب با رُوحِ هَوائی‌ست، و عَقل با رُوحِ سَماوی، و قَلب با نَفسِ ناطِقه. وِلهذا قُدَماءِ صوفیه قَلب را عِبارت از لَطیفهٔ اِنسانیه به جَمیعِ شَراشِرِ دانِسته‌اند، و عَقل را لِسانِ رُوح فَرض کرده‌اند. و چون سالِک از غَلَبهٔ رُوحِ هَوائی فی‌الجُمله خَلاص یابد و او را باده و جَذبه و لَطیف کاری فَتاده و رُوح گردد، عَقلِ او سِرّ شَود.[3]

نفس روح ہوائی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے اور عقل روح سماوی سے اور قلب نفسِ ناطقہ سے، اس لیے متقدمین صوفیا نے اپنی تمام شاخوں سمیت اصل لطیفہ انسانیہ قلب ہی کو قرار دیا ہے، اور انہوں نے عقل کو روح کی زبان فرض کیا ہے، جب سالک روح ہوائی کے تسلط سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے اور اس کا واسطہ وہ لطیف اجزا سے پڑتا ہے تو اس کا قلب روح بن جاتا ہے اور اس کی عقل سرّ ہو جاتی ہے۔

علامہ اقبال رح نے درج ذیل آیت کریمہ سے وجدان کا تصور اخذ کیا ہے جس کا مہبط و محل قلب ہے۔

ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ۔[4]

OPEN ACCESS
CC BY

فواد قلب کا دوسرا نام ہے۔ قلب کے بارے میں قرآن حکیم میں مختلف آیات وارد ہوئی ہیں۔ جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قلب میں بھی ایک قسم کی بصیرت اور تفکر و تفقہ کی گہری صلاحیت موجود ہوتی ہے۔

مولانا ابوالا علیٰ مودودی قلب کے بارے میں لکھتے ہیں:

دل سے مراد ذہن ہے جو حواس کے ذریعے سے حاصل شدہ معلومات کو مرتب کر کے ان سے نتائج نکالتا ہے اور عمل کی مختلف امکانی راہوں میں سے کوئی ایک راہ منتخب کرتا ہے اور اس پر چلنے کا فیصلہ کرتا ہے۔[5]

وجدان و وحی جسے علامہ اقبال رح نے زندگی کی خاصیت قرار دیا ہے، ابوالکلام آزاد، ذی ارواح میں اس الہام و وجدان کی موجودگی اور اس کے کردار کے بارے میں لکھتے ہیں:

وجدان کی ہدایت یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں ہر مخلوق کی طبیعت میں کوئی ایسا اندرونی الہام موجود ہے جو اسے زندگی اور پرورش کی راہوں پر خود بخود لگا دیتا ہے اور وہ باہر کی رہنمائی و تعلیم کی محتاج نہیں ہوتی۔ انسان کا بچہ ہو یا حیوان کا، جونہی شکم مادر سے باہر آتا ہے خود بخود معلوم کر لیتا ہے کہ اس کی غذا ماں کے سینے میں ہے۔ بلاشبہ یہ ربوبیت الٰہی کی وجدانی ہدایت ہے۔ جس کا الہام ہر مخلوق کے اندر اپنی نمود رکھتا ہے اور جو ان پر زندگی اور پرورش کی تمام راہیں کھول دیتا ہے۔[6]

امام غزالی نے بھی قلب کی فاعلانہ حیثیت کے بارے میں اسی آیت سے استدلال کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

جس طرح ظاہری آنکھوں کی بینائی کی قدر و قیمت ہے اور اس کے نہ ہونے سے انسان ٹھوکریں کھاتا ہے اور الجھتا ہے اسی طرح دل کی بینائی اور بصیرت بھی ہے اور وہ بھی ادراک کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ چشم ظاہر کے لیے بصارت، بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر رہا ہے۔ قرآن کی متعدد آیات میں قوائے ظاہر اور قوائے باطن میں جو ایک لفظ کا تشابہ ہے اس کو واضح کیا ہے اور باطن کی صلاحیتوں اور قوتوں سے متعلق ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جو ظاہر و جسم کے ساتھ خاص ہیں۔ جیسے رؤیت کا تعلق جسمانی آنکھ سے ہے لیکن یہی لفظ دل کی بصیرت کے لیے بھی آیا ہے۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

ماکذب الفؤاد ومارای

دل نے جو کچھ دیکھا ہے اس میں کچھ جھوٹ نہیں[7]

امام غزالی قلب (محلِ وجدان) کے بارے میں مزید فرماتے ہیں:

قرآن مجید یا حدیث شریف میں لفظ قلب واقع ہے پس اس سے مراد وہ چیز ہے جو انسان میں سمجھتی ہے۔ اور حقیقت اشیا کو معلوم کرتی ہے اور اس کو کنایۃً اس قلب پر بولتے ہیں جو آدمی کے سینے میں ہے کیونکہ اس لطیفہ قلب اور جسم قلب میں ایک علاقہ خاص ہے۔[8]

قرآن کے مطابق حصول علم کے کیا ذرائع ہیں؟ اس حوالے سے بختیار صدیقی لکھتے ہیں:

علم کے متعلق فلسفیانہ نظریوں میں سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ وہ صرف جزوی طور پر صحیح ہیں اور کلی طور پر غلط۔ عقل کے حامی کہتے ہیں کہ علم صرف عقل کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ مشاہدے اور تجربے کا حامی کہتے ہیں کہ علم صرف ظاہری حواس سے حاصل ہوتا ہے۔ وجدان کے حامی کہتے ہیں کہ علم صرف دل کی فوری گواہی سے حاصل ہوتا ہے، اہل مذہب کہتے ہیں کہ علم حق کا سرچشمہ الٰہی ہے۔ یہ سب نظریے جزوی طور پر اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں، لیکن اگر کل کے نقطہءِ نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ سب غلط ہیں۔ قرآن نے علم کا جو نظریہ پیش کیا ہے اس میں جامعیت اور کلیت کی شان پائی جاتی ہے۔ اس نے بیک وقت حواس، عقل، وجدان اور وحی کو علم حق کا ذریعہ قرار دے کر اس کے دائرے کو اس قدر وسیع کر دیا کہ ارض و سما کی وسعتیں اس کی زد میں آ گئیں۔[9]

مذہبی تجربہ کا معیار صداقت

مذہبی تجربہ کو ٹیسٹ کرنے اور اسکی صداقت کا اندازہ لگانے کے حوالے سے ولیم جیمز اور علامہ اقبال کی فکر کے حوالے سے نذیر قیصر یوں لکھتے ہیں:

For James pragmatism is "the attitude of looking away from first things, principles, categories, supposed necessities; and of looking towards last things, fruits, consequences, facts. Thus the pragmatic test is judging the value of a thing by its fruit. Applying it to mystic experience; James says that the value of mystic experience should not be judged by its roots but by its fruit.....Iqbal too applies the pragmatic test to evaluate the prophetic experience. Thus his(Prophet) returns amounts to a kind of pragmatic test of the value of his religious experience. James is not originator of this test. In Islamic world, among many other thinkers, Rumi said the same – rather in a better way over about six hundred years before James.[10]

علامہ اقبال اور ولیم جیمز دونوں مذہبی تجربہ کی تشخیص کے لیے "عملی یا نتائجیت" ٹیسٹ کو بروئے کار لانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ یعنی کسی بھی مذہبی تجربے کو پرکھنے کا معیار یہ ہے کہ اس کے ثمرات پر غور کیا جائے۔ علامہ اقبال نبی کے مذہبی تجربہ (وحی) پر اس کا اطلاق کرتے ہوئے واضح کرتے ہیں کہ جب وہ اس تجربہ سے واپس آتا ہے تو معاشرے میں انقلاب بپا کرتا ہے۔ اس طرح وہ صوفی کے تجربہ سے نبی کے تجربے کو ممتاز کرتے ہیں۔

علامہ اقبال رح صوفی اور نبی کے مذہبی تجربے میں فرق واضح کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

Both the mystic and the prophet return to the normal level of experiences, but with this difference that the return of the prophet, as I will show later, may be fraught with infinite meaning for mankind.[11]

CC BY

بہر حال صوفیہ ہوں یا انبیاء دونوں طبعی واردات کی دنیا میں واپس آجاتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ ہم آگے چل کر عرض کریں گے فرق ہے تو یہ کہ نبی کی بازگشت نوع انسانی کے لیے بڑے بڑے دورس نتائج مرتب کرتی ہے۔ مزید کہ صوفی کا تجربہ اس کی ذات کے ساتھ خاص ہوتا ہے جس کا مکلف کوئی دوسرا نہیں بن سکتا۔ جب کہ نبی کا تجربہ وحی سب کے لیے ہوتی ہے، اس کی پیروی تمام امت کو کرنا ہوتی ہے۔

مذہبی تجربہ اور سائنسی تجربہ میں فرق

مذہبی تجربات و معتقدات کے بارے میں نفسیات کے ایسی متنازعہ مباحث کا بنیادی محرک وہ نقطۂ نظر ہے جس نے شعور کو مادہ ہی کی ایک قسم قرار دیا ہے۔ لہٰذا ایسی فکر کے حامل جب شعور کو طبعی بنیادوں پر پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ مابعد الطبیعیاتی قضیات کو بھی طبیعیات اور مادی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو کوئی بنیادی حقائق رکھنے کے باوجود وہ حقیقت اور ابطال کو خلط ملط کر دیتے ہیں۔ وحی و مذہب کو ذہن انسانی کی خود ساختہ اختراع ثابت کرنا ایسی ہی سطحی جسارت ہے۔

جو سائنسدان مذہبی عقائد و تصورات کی تشریح سائنسی، مادی اور طبیعیاتی بنیادوں پر کرتے ہیں اس غلط فہمی کو علامہ اقبال اس طرح واضح کرتے ہیں:

Religion is not physics or chemistry seeking an explanation of nature in terms of causation, it really aims at interpreting a totally different region of human experience _ religious experience _ the data of which can not be reduced to the data of any other science.[12]

علامہ اقبال سائنسی طریق کی اہمیت کے ساتھ اس کی اساسی خامی واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

We must not forget that what is called science is not a single systematic view of Reality. It is a mass of sectional views of Reality-fragments of a total experience which do not seem to fit together. Natural science deals with matter, with life, and with mind; better guide then the footprints of the day, but the moment you ask the question how matter, life, and mind are mutually related, you begin to see the sectional character of the various sciences the deal with them and the inability of these sciences, taken singly to furnish a complete answer to your question.[13]

یعنی سائنس حقیقت کوئی مربوط ادراک نہیں رکھتی۔ یہ حقیقت کو ٹکڑوں میں بانٹ دیتی ہے۔ ظاہری بات ہے جس سے کوئی بھی حقیقت کی ایک واضح اور مکمل تصویر نہیں آسکتی۔ جس طرح کے قدرتی سائنس میں مادہ، زندگی اور ذہن حقیقت کے مختلف پہلو ہیں۔ سائنس ان سب کو متفرق علوم کے تحت مطالعہ کرتی ہے۔ جب کوئی حقیقت کو دیکھنے کی کوشش کرے تو وہ کسی خاص تناظر یا زاویہ سے دیکھے گا۔ حیاتیات کے مطالعہ کرنے والے سے نفسیات کے پہلو مخفی رہیں گے اور نفسیات کا مطالعہ کرنے والے سے طبیعیات کے پہلو او جھل رہیں گے۔ عقلِ استقرائی اپنی بے شمار خوبیوں کے باوجود اس بنیادی نقص کی وجہ سے حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتی۔ اس کے لیے ایسے طریق کی ضرورت ہے جو حقیقت کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کی بجائے اور ایک کل کی صورت میں پیش کرے۔ اور یہ صرف مذہبی تجربہ سے ممکن ہے۔ جس کی بہترین مثال وحی ہے۔

سائنسی تجربہ اور مذہبی تجربہ کے باہم امتزاجی پہلو

عمومی طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ سائنس معروضی حقائق کا نام ہے جب کہ مذہب پہلے سے طے شدہ مفروضات و تسلیمات پر ڈٹے رہنے کا نام ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے سائنس کی فلاسفی یا علمیات بھی چند بنیادی موضوعی معتقدات پر قائم ہے۔ سائنسی طریق میں یہ معتقدات اساسی اہمیت کے حامل ہیں۔ جس طرح کہ فطرتی قوانین کی وضاحت کرتے ہوئے باری تعالیٰ کا انکار کیا جاتا ہے۔ سائنسی عمل و تجربہ استقرائی طریق کار کے رہین منت ہیں جس میں کسی شئے کی حقیقت کا ادراک جزء سے کل کی طرف کیا جاتا ہے۔ جبکہ مذہبی تجربہ یا عقیدہ جس میں استخراجی طریقۂ تحقیق بنیادی اہمیت رکھتا ہے جس میں جزئیات کی تصدیق و تردید "کلیت" سے کی جاتی ہے۔ جیسا کہ کسی مسئلہ میں قرآن و سنت کی دستیاب ہدایات ہی معیار تصدیق و تردید ہوں گی، نہ کہ کسی فقیہ یا مجتہد کا ذاتی فہم اور رجحان۔ اس کے برعکس کلاسیکل سائنس میں جب سائنس دان کسی مسئلہ کی تحقیق کرتا ہے تو استقرائی طریق کو بنیاد بناتے ہوئے جزئیات کی تحلیل و ترکیب کرتے ہوئے اسے کل سے جوڑ کر اس کی حقیقت واضح کرنے کوشش کرتا ہے۔ جیسا کہ ایٹم کے چھوٹے سے چھوٹے ذروں کو تقسیم کر کے جو نتیجہ اخذ کیا گیا اس کا اطلاق کائنات کے بڑے سے بڑے سیارگان پر کیا گیا اور یہ نظریہ اور اصول بنا لیا گیا کہ کائنات کے ذرے ہوں یا سیارے تمام کے تمام ایٹمز کے مالیکیولز کی مختلف شکلیں ہیں۔ ماڈرن میکرو سائنس میں اب استخراجی طریق کا استعمال بھی عمومی شکل اختیار کر گیا ہے۔ جیسا کہ نظریہ ارتقاء یا مادہ کو حتمی حقیقت سمجھ کر سائنس مفروضات کی تشریح ان کے ماتحت کی جاتی ہے۔ حالانکہ نظریہ ارتقاء اور مادہ کو حتمی حقیقت ماننے والے تھیوریز پر ماڈرن سائنس میں ہی تنقید ہو رہی ہے۔ ان نظریات کی کئی خامیاں واضح بھی ہو چکی ہیں۔

محمد زبیر ماڈرن سائنس میں اس نئی پیش رفت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

ہم کلاسیکل سائنس کے دور سے ماڈرن سائنس کے دور میں داخل ہو چکے ہیں جو کہ اکثر و بیشتر نظریاتی سائنس ہے اور اپنے ثبوت میں مذہب کی طرح اندھے ایمان کی متقاضی ہے۔ کشش ثقل اور رد عمل کا قانون وغیرہ کلاسیکل فزکس کے موضوعات ہیں کہ جن کا مشاہدہ ہر شخص کر سکتا ہے۔ ماڈرن فزکس کے موضوعات مابعد الطبیعی ہیں جو کہ مذہب کے ہیں۔ اور ان موضوعات پر سائنسدانوں کے غور و فکر کرنے اور ان کو ثابت کرنے کا طریق کار بھی کل کا کل مذہبی نوعیت ہی کا ہے۔

ملحد ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ ہم آزاد خیالی کے قائل ہیں کہ جسے یہ عقلانی تفکر Rational Thinking کا نام بھی دیتے ہیں حالانکہ ان کا سوچ و بچار متعصب اور جانبدار ہوتا ہے۔ خدا کے وجود کے بارے آزاد خیالی کا نتیجہ لاادریت تو ہو سکتا ہے لیکن دہریت اور انکارِ خدا کسی صورت نہیں۔[14]

علامہ اقبال سائنسی تجربہ اور مذہبی تجربہ کے باہمی تعلق کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

OPEN ACCESS

Nor is there any reason to suppose that thought (Scientific experience) and intuition (Religious experience) are essentially opposed to each other. They spring up from the same root and complement each other. The one grasps Reality piecemeal, the other grasps it in its wholeness. [15]

علامہ اقبال کے مطابق فکر و وجدان کو باہم متضاد سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے. دونوں ایک ہی جڑ سے پھوٹتے ہیں اور ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ایک حقیقت کا ٹکڑوں میں ادراک کرتا ہے اور دوسرا پوری حقیقت کا کامل مدرک ہے۔یعنی مذہبی تجربہ (وحی) میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ حقیقت کو سائنسی اور عقلی طریق کے بجائے زیادہ بہتر طور پر دیکھ سکتی ہے۔کیونکہ یہ حقیقت کو کلیت کی صورت میں دیکھتی ہے۔

خلاصہ بحث

علامہ اقبال جو کہ عہدِ جدید کے بلند پایہ متکلم ہیں انہوں نے اپنے شہرہ آفاق خطبات "The Reconstruction of Religious Thought" میں یہ حقیقت واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ مذہبی تجربہ (وحی یا الہام) اتنا ہی قابل اعتماد اور اہم ہے جتنا کہ کوئی سائنسی تجربہ یا مشاہدہ لائق اعتبار ہے۔عمومی طور پر مذہبی تجربہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسے ثابت کرنے کے لیے یا اس کی صداقت جانچنے کے لیے کوئی معیار نہیں ہے۔حالانکہ ان تجربات کے نتائج سے ان کی حقیقت کا ادراک کیا جا سکتا ہے۔۔سائنسی عمل و تجربہ استقرائی طریق کار کے رہین منت ہیں جس میں کسی شئے کی حقیقت کا ادراک جزء سے کل کی طرف کیا جاتا ہے۔جبکہ مذہبی تجربہ یا عقیدہ جس میں استخراجی طریقہ ء تحقیق بنیادی اہمیت رکھتا ہے جس میں جزئیات کی تصدیق و تردید "کلیت" سے کی جاتی ہے۔جیسا کہ کسی مسئلہ میں قرآن وسنت کی دستیاب ہدایات ہی معیار تصدیق و تردید ہوں گی،نہ کہ کسی فقیہ یا مجتہد کا ذاتی فہم اور رجحان۔اس کے برعکس کلاسیکل سائنس میں جب سائنس دان کسی مسئلہ کی تحقیق کرتا ہے تو استقرائی طریق کو بنیاد بناتے ہوئے جزئیات کی تحلیل و ترکیب کرتے ہوئے اسے کل سے جوڑ کر اس کی حقیقت واضح کرنے کی کوشش کرتا ہے۔جیسا کہ ایٹم کے چھوٹے سے چھوٹے ذروں کو تقسیم کر کے جو نتیجہ اخذ کیا گیا اس کا اطلاق کائنات کے بڑے سے بڑے سیارگان پر کیا گیا اور یہ نظریہ اور اصول بنالیا گیا کہ کائنات کے ذرے ہوں یا سیارے تمام کے تمام ایٹمز کے مالیکیولز کی مختلف شکلیں ہیں۔ماڈرن میکرو سائنس میں اب استخراجی طریق کا استعمال بھی رواج پا گیا ہے۔اگر قرآنی احکامات کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو با آسانی اس نتیجہ تک پہنچا جا سکتا ہے کہ کامل ہدایت و رہنمائی کے لیے یہ ایسے فکری مزاج و طریق کی نشاندہی کرتا ہے جو تعقل و تفکر اور وجدان والہام کے سنگم سے تشکیل پاتا ہے۔فکر انسانی کی تشکیل میں سائنسی اور حسی تجربہ کی اس لیے اہمیت ہے کہ ان کی بدولت انسان نے قدرتی اور مادی وسائل کو تسخیر کیا جبکہ مذہبی تجربہ کی بدولت اس نے انسانوں کے درمیان باہمی رشتوں،اخلاقیات اور باری تعالیٰ سے تعلقات کی نوعیت کو جانا۔

حوالہ جات

[1] عشرت، حسین،اقبال کی مابعد الطبیعیات،اقبال اکادمی پاکستان،لاہور:27-25

[2] غزالی،امام محمد، علم لدنی، مترجم: غلام ربانی لودھی، صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ،پنڈی بہاوالدین،ص 22-20

[3] ولی اللہ دہلوی،شاہ،الطاف القدس،عکس نسخہ خط فارسی، علی گڑھ یونیورسٹی،ص 9

[4] القرآن:9/32

[5] مودودی،ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن،لاہور:ادارہ ترجمان القرآن، س ن،296/4

[6] آزاد،مولانا ابوالکلام، تفسیر ترجمان القرآن،لاہور: عرفان افضل پریس، 1931ء،80/1

[7] ندوی،حنیف،افکارِ غزالی،لاہور:ادارہ ثقافت اسلامیہ،1966ء،ص 395

[8] غزالی،ابو حامد،احیاءالعلوم" لاہور:مکتبہ رحمانیہ،س ن،ص 12

[9] صدیقی، بختیار حسین، مسلمانوں کی تعلیمی فکر کا ارتقاء،لاہور:ادارہ ثقافت اسلامیہ،2009ء،ص 7

[10] Qaiser,Nazeer "Iqbal and Westeren Philosophers", Iqbal Academy Pakistan,Lahore:2011, p124

[11] Iqbal,Sir Muhammad, "The Reconstruction of Religious Thought In Islam", London: Oxford press,1934, p.18

CC BY

[12] Muhammad Iqbal,The Reconstructiono of Religious thought in Islam, p6

[13] Iqbal, Muhammad, Reconstruction of Religious Thought in Islam, Dodo Press, 2009,p142

[14] محمد زبیر، وجود باری تعالی، مذہب، فلسفہ اور سائنس کی روشنی میں، لاہور: دار الفکر الاسلامی، 2017ء، ص106

[15]Iqbal, Sir Muhammad,The Reconstruction of Religious Thought In Islam",Lahore :Iqbal Academey Pakistan,2011, p:4

1. ʿshrat, Hussain, Iqbal ki Mabadi al-Tabi'at, Iqbal Academy Pakistan, Lahore: 25–27

2. ġhazali, Imam Muhammad, 'Ilm Ludhni', Translator: Ghulam Rabbani Lodhi, Sufi Printing and Publishing Company Limited, Pindi Bahawaldeen, p. 20-22

3. Wali Allah Dehlvi, Shah, 'Altaf al-Quds', Aks Nuskha Khat Farsi, Ali Garh University, p. 9

4. Al-Quran: 32/9

5. Maududi, Abul A'la, Tafheem al-Quran, Lahore: Idara Tarjuman al-Quran, Volume 4, p. 296

6. Azad, Maulana Abul Kalam, Tafseer Tarjuman al-Quran, Lahore: Irfan Afdal Press, Volume 1, 1931,p. 80

7. Nadwi, Hanif, 'Afkar-e-Ghazali', Lahore: Idara Saqafat Islamiya,1966, p. 395

8. ġhazali, Abu Hamid,'Ihya Ulum al-Din' Lahore: Maktaba Rahmania, p. 12

9. Sadiqi, Bukhtiar Hussain, Muslimano ki Taleemi Fikr ka Irtiqa, Lahore: Idara Saqafat Islamiya,2009, p.7

14. Muhammad Zubair, Wujood Bari Ta'ala, Mazhab, Falsafah, aur Science ki Roshni Mein, Lahore: Dar al-Fikr al-Islami. 2017,p.106

CC BY